اخلاق، صحیفہ سجادیہ کی روشنی میں

مؤلف: فردین احمدوند
مترجم: شبیہ عباس خان

عصر حاضر میں اخلاق اجتماعی کا شمار علم اخلاق کے اصلی شاخوں میں ہوتا ہے جس پر مغربی اور اسلامی آثار میں بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اخلاقیات کو اسلامی نقطہ نظر سے بخوبی تقسیم کرنے والی پہلی کتاب عبداللہ دراز کی "دستور الاخلاق فی القرآن" ہے جو ۱۹۵۰ میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اخلاقیات کے مختلف شعبے جیسے اخلاق فردی، اخلاق اجتماعی، سیاستدانوں کا اخلاق اور دینی اخلاق کی بات کی گئی ہے۔

دور حاضر کے اسلامی اور مغربی سماج دونوں میں اخلاقیات کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ گذشتہ ادوار میں انسان موجودہ جدید آلات اور وسائل سے بے بہرہ تھا اور اس کے تنزل اور تباہی کی صورت میں اس سے ظاہر ہونے والا اثر بھی محدود ہوا کرتا تھا لیکن دور حاضر کی تازہ ترین ٹیکنالوجی کی بدولت انسانی تباہی کا رقبہ لامحدود ہو چکا ہے۔ اب اخلاقی فساد کا اثر کسی ایک فرد یا شخص تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ گھروں کی چار دیواری سے نکل کر سماج کے ہر ایک پہلو کو متاثر کرتا ہے اور اس کو ویران کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف شعبوں میں نئی ایجادات اور ٹیکنالوجی کی آمد سے اخلاقی امور کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہو چکی ہے۔

> "اکثر دینی مفکرین کی نگاہ میں دین اور اخلاق کے درمیان بہت ہی محکم اور عمیق رابطہ ہے۔ اس طرح کہ وہ اپنی اخلاقی ضرورتوں کو عام طور پر دین سے پورا کرتے ہوئے ایک اخلاقی نظام کی تشکیل میں دوبارہ اندیشی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے دینی متون اور اپنے دینی رہنماؤں کی تعلیمات کی طرف رجوع کرکے اچھے اور برے

کاموں میں تمیز کر لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک اخلاقی نظام کی تشکیل کا بہترین ذریعہ وحی الٰہی ہے۔[۱]

انسان ایک سماجی مخلوق ہے جو اپنی سعادت اور کامیابی کے لئے دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنے پر مجبور ہے۔ سارے انسان فطری طور پر آزاد رہنا چاہتے ہیں جب کہ یہ بات معاشرتی زندگی کے طور طریقوں کے منافی ہے۔ بعض افراد تو حیوانی زندگی کے بھی خواہاں ہوتے ہیں اور اخلاقی فضائل و ملکات نفسانی سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ انسانوں میں دوسروں سے خدمت لینے کی فطرت پائی جانے کی وجہ سے ان میں ہمیشہ اختلاف و تصادم پایا جاتا ہے لہٰذا معاشرے میں ایک ایسے قانون اور معیار کا ہونا ضروری ہے جس کی پیروی کرتے ہوئے لوگ اپنی اجتماعی زندگی کو منظّم کر سکیں۔

بے شک ایک معاشرہ قانون کا محتاج ہے لیکن اس سے بھی زیادہ ضرورت اخلاق کی ہے کیونکہ اخلاق بنی آدم کی زندگی کو انسانی بناتا ہے اور قانون کی بنیاد قرار پاتا ہے۔ ایک طرف انسان کے تکامل و پیشرفت کے لئے معاشرتی زندگی اختیار کرنا ضروری ہے، دوسری طرف اجتماعی زندگی اخلاق اور قانون کی حاکمیت کے بغیر ممکن نہیں ہے لہٰذا اخلاقی قانون کو صرف وہی مرتب کر سکتا ہے جس نے خود انسان کو زیور وجود سے آراستہ کیا ہو اور اس کی رہنمائی کے لئے قرآن مجید جیسی کتاب نازل کی ہو۔

ائمہ اطہار علیہم السلام سے نقل ہونے والی دعائیں قرآن مجید کی آیات کے مانند ہیں اس فرق کے ساتھ کہ قرآن مجید کی آیات، کلام نازل ہیں اور احادیث معصومینؑ کلام صاعد ہیں۔ امام زین العابدینؑ کی دعاؤں کا مجموعہ جسے صحیفہ سجادیہ کہا جاتا ہے، اخلاق کے عظیم منابع و مصادر میں سے ایک ہے۔ اس مقالہ میں ہماری یہی کوشش ہوگی کہ صحیفہ سجادیہ میں موجود معاشرے کے اخلاقی اصول کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے۔

۱۔ شیروانی، علی، اخلاق اسلامی و مبانی نظری آن، ص ۶۱

اخلاق کا معنی

لفظ اخلاق کے معنی کے بارے میں علماء و مسلم دانشوروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ راغب اصفہانی کے مطابق: خُلق (پیش کے ساتھ) اور خَلق (زبر کے ساتھ) کا ایک ہی معنی ہے۔ خَلق کا استعمال ظاہری صفات کے لئے ہوتا ہے جو آنکھ سے دکھائی دیں اور خُلق کا استعمال ان باطنی صفات کے لئے ہوتا ہے جو نگاہ بصیرت سے قابل درک ہیں لہٰذا اخلاق کا مطلب ہے انسان کا اندرونی چہرہ اور باطنی صورت۔[۱]

غزالی اخلاق کو انسانی نفس میں ایک ایسی راسخ اور موثر حالت جانتے ہیں کہ جس کے حاصل ہونے کے بعد وہ حالت بغیر کسی فکر و تامل کے انسان کے رفتار و کردار سے ظاہر ہو۔ دیگر علماء کی نظر میں اخلاق ایسے ملکات اور نفسانی صورتوں سے عبارت ہے جن کے لئے تکرار کی ضرورت ہے۔ بعض لوگ اخلاق کو چند ایسے قوانین اور اصول کا مجموعہ سمجھتے ہیں جو رفتار و کردار انسانی پر حاکم ہے[۲]۔ لفظ اخلاق صرف نیک اور اچھے افعال و کردار کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسے ایثار کو ایک اخلاقی صفت جانا جاتا ہے جب کہ چوری کو ایک غیر اخلاقی عمل تصور کیا جاتا ہے۔[۳]

فخر رازی خُلق کو ایک ایسا ملکہ جانتے ہیں جس کی مدد سے نفس اپنے افعال کو بآسانی اور بغیر کسی توجہ کے انجام دیتا ہے۔[۴]

عبدالرزاق لاہیجی تحریر کرتے ہیں: خُلق ایک ایسا نفسانی ملکہ ہے جس کی بدولت ہمارا نفس اپنے افعال کو بلا کسی فکر و تامل کے انجام دیتا ہے۔[۵]

غیاث اللغات میں خُلق کو عادت سے تعبیر کیا گیا ہے اور عربی لغت میں لفظ خُلق کو عادت، طبیعت، سجیت، دین اور مروت کے معنی میں ذکر کیا گیا ہے۔[۶]

مرحوم فیض کاشانی نے اخلاق کی اس طرح تعریف کی ہے:

۱۔ جزایری، سید محمد علی، دروس اخلاق اسلامی، ص۵؛ مہدوی کنی، محمد رضا، نقطہ ہای آغاز در اخلاق عملی، ص ۱۳

۲۔ قائمی، علی، اخلاق و معاشرت در اسلام، ص ۳۱

۳۔ مصباح یزدی، محمد تقی، فلسفہ اخلاق، ص ۱۶

۴۔ رازی، فخر الدین، جامع العلوم، ص ۲۰۱

۵۔ لاہیجی، عبدالرزاق، گوہر مراد، ص ۴۸۵

۶۔ حلبی، علی اصغر، تاریخ تمدن در اسلام، ص ۱۷۸

" اخلاق روح انسان میں ثابت اور استوار حالت کا نام ہے جس کی مدد سے سارے کام بآسانی اور بغیر غور و فکر کے اس سے صادر ہوتے ہیں۔ اگر یہ حالت ایسی ہو کہ اس سے صادر ہونے والے افعال عقل و شرع کی نظر میں حسین و پسندیدہ ہوں تو اس کا نام اخلاق نیک ہے اور اگر اس سے صادر ہونے والے افعال عقل و شرع کی نظر میں برے اور ناپسندیدہ ہوں تو اسے اخلاق بد سے تعبیر کیا جاتا ہے"۔[۱]

علامہ مجلسی اخلاق کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"اخلاق عبارت ہے اس نفسانی ملکہ سے جس سے بڑی آسانی سے فعل صادر ہوتا ہے البتہ کچھ ملکات فطری اور ذاتی ہوتے ہیں اور دوسرے ملکات محنت اور کوشش کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بخیل شروع میں بڑی مشکل سے کوئی چیز کسی کو دیتا ہے لیکن بار بار سخاوت کرنے سے بخل کی صفت اس کے نفس سے زائل ہو جاتی ہے اور وہ سخی بن جاتا ہے۔"[۲]

نفسانی ملکات و صفات اور روحی خصوصیات کے مجموعے کو اخلاق کہتے ہیں۔ اس تعریف کے اعتبار سے اخلاق، تربیت کے نتائج میں سے ایک ہے بلکہ اس کا اہم ترین نتیجہ ہے۔ اخلاق لغوی اعتبار سے انسان کہ ان تمام فضائل و رذائل کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو ایک نفسانی ملکہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔[۳]

اس مقالہ میں اخلاق سے یہی مراد ہے۔ انسانی نفس کے اچھے یا برے صفات اور اس کے تناسب سے ظاہر ہونے والے اختیاری اعمال۔ مکتب اسلام کے نقطہ نظر سے اخلاق کو عملی مرحلے تک پہچانے کے لئے ایمان اور مذہب کی پشت پناہی ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر اخلاق حقیقت میں اخلاق نہ رہ جائے گا۔

مرحوم احمد نراقی اپنی کتاب سیف الامہ و برہان الملہ میں ہنری مارٹین کے نظریات کو رد کرتے ہوئے اس جانب بھی اشارہ کرتے ہیں کہ انسان طبیعتاً اجتماعی ہوتا ہے اور ان میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے لہٰذا ان

۱۔ فلسفہ اخلاق، ص ۱۴

۲۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار (جلد ۶۷)، ص ۳۷۲

۳۔ ہاشمی، سید حسن، اخلاق در نہج البلاغہ، ص ۲۹

کے درمیان خدا کی حاکمیت کے ذریعہ ایک ضابطے اور قانون کی موجودگی اور ایسے فرد کی موجودگی جو اللہ کی طرف سے احکام کو ان کے لئے بیان کرے، ضروری ہے۔[1]

اجتماعی اخلاق

بروس کوئن معاشرے کی اس طرح تعریف کرتا ہے: معاشرہ عبارت ہے لوگوں کی ایک جماعت سے جو ایک خاص علاقے میں زندگی گزار رہے ہوں اور ان کے زندگی گزارنے کے طور طریقے مشترک ہوں اور اپنی اس اشتراکی زندگی سے آگاہ رہتے ہوئے ایک مشترک ہدف کی طرف گامزن ہوں۔ معاشرے کے کچھ نمونے اس طرح سے ہیں: محلّہ، گاؤں، دیہات، شہر، ضلع وغیرہ۔

مسلمان اور اجتماعی اخلاق

اخلاق سے مراد تمام مستحبات و مکروہات ہیں، خواہ ان کا شمار نفسانی صفات میں ہوتا ہو یا افعال و کردار میں۔ اگر یہ اخلاقی صفات کسی گروہ یا جماعت کی پہچان بن جائیں تو اسے اخلاق اجتماعی کہا جاتا ہے۔[2]

اخلاق اجتماعی سے مراد وہ صفات و ملکات ہیں جو انسان اور معاشرے کے باہمی رابطے میں لحاظ ہوتے ہیں۔ اس طرح کہ اگر سماج اور معاشرہ کا تصور نہ ہو تو ان صفات کا بھی کوئی مفہوم باقی نہیں رہ جائے گا۔ مثال کے طور پر پسندیدہ اجتماعی صفات جیسے سخاوت، وفاداری، تواضع وانکسار وغیرہ اور ناپسندیدہ اجتماعی صفات جیسے حسد، بخل، تکبر، ظلم وغیرہ[3]۔ اس سلسلے میں آیت اللہ مصباح یزدی تحریر فرماتے ہیں:

> "اجتماعی اخلاق ان امور کو کہا جاتا ہے جنہیں انسان دوسروں کے لئے انجام دیتا ہے اور ایک ایسا رابطہ ہے جو دوسروں سے برقرار کیا جاتا ہے۔"[4]

۱۔ کیحا، نجمہ، مناسبات اخلاق وسیاست در اندیشہ اسلامی، ص ۱۴۳

۲۔ حق شناس، حمید رضا، رویکرد صحیفہ سجادیہ بہ اخلاق اجتماعی

۳۔ دروس اخلاق اسلامی، ص ۲۳

۴۔ مصباح یزدی، محمد تقی، اخلاق در قرآن، ص ۱۹

مغرب اور اجتماعی اخلاق

بعض مغربی دانشوروں کا یہ ماننا ہے کہ معاشرے کی تہذیب و تمدن، آداب و رسوم اور عقائد کے مختلف ہونے کے باعث، اخلاق اجتماعی کی ایک جامع اور مطلق تعریف پیش کرنا بہت مشکل ہے۔ ان کے مطابق لوگوں کے باہمی تجربے سے اجتماعی اخلاق وجود میں آتا ہے۔ علمائے اخلاق نے اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ اخلاق نظری اور اخلاق عملی۔ اگرچہ گذشتہ زمانے میں اخلاق عملی کی بڑی اہمیت تھی لیکن ایک عرصے تک یہ موضوع بے توجہی کا شکار رہا اور آج کے دور میں دوبارہ اس کی طرف توجہ کی جارہی ہے۔[۱]

اخلاق عملی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں ایک کو اخلاق اجتماعی اور دوسرے کو اخلاق فردی کا نام دیا گیا ہے۔ علمائے اسلام کی اخلاقی کتابیں جیسے اخلاق ناصری، طہارة الاعراق، احیاء العلوم اور محجة البیضاء وغیرہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کتابوں کے مؤلفین کی توجہ اخلاق کے عملی پہلو پر زیادہ تھی۔ بطور خاص اسلامی عرفان میں یہ چیز پوری طرح سے واضح ہے۔ ارسطو کا ماننا ہے کہ اخلاق کے مطالعہ کا اگر قاری کی سبک زندگی پر کوئی اثر نہ ہو تو اس مطالعہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے[۲]۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اخلاقی مسائل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ فردی مسائل یعنی وہ اصول و ضوابط جن کے ذریعہ شخص اپنے آپ کو اخلاقی رذائل سے پاک کرتے ہوئے فضائل کے جوہر سے آراستہ کرسکے۔

۲۔ اجتماعی مسائل جن میں دوسروں کے حقوق کی رعایت کا ذکر ہوتا ہے۔ جیسے والدین کے ساتھ نیکی کرنا، دوسروں کی رہنمائی کرنا وغیرہ۔[۳]

مسلم دانشوروں کی اخلاقی کتب کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ اخلاق فردی، اخلاق اجتماعی پر مقدم ہے۔ محقق سبزواری کا بھی یہی ماننا تھا اور اسی لئے وہ اس بات پر تاکید کرتے تھے کہ حکمرانوں کا اخلاق عوام کے عادات و اطوار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ علمائے اسلام کے درمیان یہ مسئلہ (اخلاق فردی کا اخلاق اجتماعی پر مقدم

۱۔ ویلیامز، برنارد، فلسفہ اخلاق، ص ۱۵
۲۔ کریب، راجر، اخلاق وفرااخلاق، ص ۳۹۸
۳۔ اخلاق و معاشرت در اسلام

ہونا) کل بھی واضح تھا اور آج بھی روشن ہے کہ سماج اور معاشرے کی اصلاح فرد کے اخلاقیات کی تعمیر میں ہے۔ اس کی نمایاں مثال علم اخلاق کی معروف کتاب معراج السعادة ہے جس میں معاشرے کی اصلاح کے لئے افراد کے تزکیہ نفس کو بیان کیا گیا ہے[۱]۔

شاید یہی صحیح ہے کیونکہ اگر افراد کا تزکیہ ہو جائے تو معاشرہ خود بخود تعمیر ہو جائے گا لیکن اس نکتے کی طرف بھی توجہ ضروری ہے کہ اگر ماحول اور معاشرہ اخلاق کے دائرہ میں ہو تو ممکن نہیں ہے کہ افراد اس سے متاثر نہ ہوں۔ اسلام میں اخلاق اجتماعی کے اصول و قواعد کی بنیاد روش استقرائی یا مطالعہ اور مشاہدہ نہیں ہے بلکہ اسلامی تعلیمات یعنی کتاب و سنت پر مبنی ہے۔

صحیفہ سجادیہ میں اخلاق اجتماعی

امام سجادؑ سے ہم تک پہنچنے والے مکتوبات میں سے ایک صحیفہ سجادیہ ہے جو دعاؤں کے سلسلہ میں عالم اسلام کی پہلی کتاب ہے۔ صحیفہ سجادیہ "زبور آل محمد"، "انجیل اہل بیت" اور "اخت القرآن" جیسے القاب سے مشہور ہے۔ مسلمانوں اور خاص طور سے اہل تشیع کے درمیان صحیفہ سجادیہ کی اس قدر ارجمندی اور پسندیدگی کی وجہ سے اس کی بے شمار شروح تحریر کی گئی ہیں اور مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی کیا جا چکا ہے۔ صحیفہ سجادیہ میں موجود سب سے اہم اخلاقی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

گھر اور خانوادہ کے سلسلہ میں ذمہ داری: امام سجادؑ صحیفہ سجادیہ کی سترہویں دعا کے دسویں فقرے میں فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِهٖ وَ اجْعَلْ آبَائَنَا وَ اُمَّھَاتِنَا وَ اَوْلَادَنَا وَ اَھَالِینَا وَ ذَوِی اَرْحَامِنَا وَ قَرَابَاتِنَا وَ جِیرَانَنَا مِنَ الْمُؤْمِنِینَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ مِنْهُ فِی حِرْزٍ حَارِزٍ وَ حِصْنٍ حَافِظٍ وَ کَھْفٍ مَانِعٍ وَ اَلْبِسْھُم مِنْهُ جُنَناً وَ آقِیَةً وَ اَعْطِھِمْ عَلَیهِ اَسْلِحَةً مَاضِیَةً۔ ترجمہ: خدایا! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمارے ماں باپ، ہماری اولاد اور اہل، ہمارے رشتہ دار و قرابتدار اور صاحب ایمان مرد و عورت ہمسایہ سب کو اس کی طرف سے بہترین

۱۔ مناسبات اخلاق و سیاست در اندیشہ اسلامی، ص ۱۴۰

مستحکم حفاظت میں رکھنا اور محفوظ قلعہ اور روک تھام کرنے والی پناہ گاہ میں رکھنا اور سب کو اس کی طرف بچانے والی زرہ دینا اور اس کے مقابلہ کے لئے تیز اسلحہ عطا فرمانا۔

دوسرے مقام پر امام سجادؑ ان لوگوں کے حق میں دعا فرماتے ہیں جو مجاہدین کے اہل و عیال اور ان کے گھر والوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ آپؑ ان کے لئے خداوند عالم سے مجاہدین کے برابر اجر و ثواب کی درخواست کرتے ہیں اور ستائیسویں دعا کے ۱۶ فقرے میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ وَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ خَلَفَ غَازِیاً او مُرَابِطاً فِی دَارِہِ او تَعَھَّدَ خَالِفِیہِ فِی غَیْبَۃِ او اَعَانَہُ بِطَائِفَۃٍ مِنْ مَالِہ اَوْ اَمَدَّہُ بِعِتَادٍ اَوْ شَحَذَہُ عَلَی جِھَادٍ اَوْ اَتْبَعَہُ فِی وَجْھِہِ دَعْوَۃً اَوْ رَعی لَہُ مِنْ وَرَائِہٖ حُرْمَۃً فَاجِرْ لَہُ مِثْلَ اَجْرِہِ وَزْنًا بِوَزْنٍ وَ مِثْلاً بِمِثْلٍ وَ عَوِّضْہُ مِن فِعْلَہٖ عِوَضاً حَاضِراً۔ ترجمہ: خدایا! اور جو مرد مسلمان کسی غازی یا سرحد کے سپاہی کے گھر کی ذمہ داری لے لے اور اس کے اہل خانہ کی نگہداشت کرے یا اپنے مال سے اس کی مدد کرے یا آلات جنگ سے اس کی کمک کرے یا اسے جہاد کا جوش دلائے یا اس کے حق میں اپنی دعاؤں کو ساتھ کردے یا پس غیبت اس کی حرمت کا تحفظ کرے تو اسے بھی اسی جیسا اجر عنایت فرماتا کہ دونوں کا وزن ایک جیسا ہو اور دونوں کا انداز ایک طرح کا ہو اور اسے اس کے عمل کا فوری معاوضہ عطا فرما۔

اسی طرح دوسرے مقام پر امام سجادؑ خدا سے دعا فرماتے ہیں کہ مجاہدین اسلام کے ذہن سے ان کے گھر والوں اور اہل خانہ کی یاد کو دور فرمادے کیونکہ ممکن ہے اپنے اہل و عیال کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو یاد کر کے ان کی تلواریں کند ہو جائیں۔ آپ ستائیسویں دعا کے تیرہویں فقرے میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰھُم وَ اَیُّمَا غَازٍ غَزَاھُم مِنْ اَھْلِ مِلَّتِکَ اَوْ مُجَاھِدٍ جَاھَدَھُم مِن اَتْبَاعِ سُنَّتِکَ لِیَکُونَ دِینُکَ الاَعْلَی وَ حِزْبُکَ الاَقْوَی وَ حَظُّکَ الاَوْفَی فَلَقِّہِ الْیُسْرَ وَ ھَیِّیءْ لَہُ الاَمْرَ وَ تَوَلَّہُ بِالنُّجحِ وَ تَخَیَّرْ لَہُ الاَصْحَابَ وَ اسْتَقْوِ لَہٗ الظَّھْرَ وَ اسْبِغْ عَلَیْہِ فِی النَّفَقَۃِ وَ مَتِّعْہُ بِالنَّشَاطِ وَ اطْفِ عَنْہُ حَرَارَۃَ الشَّوقِ وَ اَجِرْہُ مِنْ غَمِّ الوَحْشَۃِ وَ اَنْسِہِ ذِکْرَ الاَھَلِ وَ الْوَلَدِ۔ ترجمہ: پروردگارا! تیرے اہل مذہب میں سے جو مجاہد بھی ان ظالموں سے جہاد

کرے یا تیری سنت کی پیروی کرنے والوں میں سے جو غازی بھی ان سے مقابلہ کرے تا کہ تیرا دین سربلند ہو اور تیرا گروہ غالب رہے اور تیرا حصہ مکمل طور سے مل جائے تو اس کے مرحلہ جہاد کو آسان بنادے اور اس کے امور کو مہیا کر دینا، اس کی کامیابی کی ذمہ داری لے لینا، اس کے لئے بہترین اصحاب منتخب فرمادینا، اس کے لئے بہترین سواری کا انتظام کر دینا، اس کو مکمل خرچ عطا فرمانا، اسے نشاط جنگ سے سرفراز فرمانا، اس کے لئے شوق وطن کی حرارت کو سرد کر دینا اور غم وحشت سے نجات دے دینا اور اہل و عیال و اولاد کی یاد کو اس کے دل سے نکال دینا۔

غصہ کو پی جانا: امام سجادؑ آٹھویں دعا کے پہلے فقرے میں فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَ اِنِّی اَعوذُبِکَ مِنْ هَیَجانِ الْحِرْصِ وَ سَوْرَةِ الغَضَبِ وَ غَلَبَةِ الْحَسَدِ وَ ضَعْفِ الصْبرِ وَ قِلَّةِ القِنَاعَةِ وَ شَکَاسَةِ الخُلْقِ وَ اِلْحَاحِ الْشَّهْوَةِ وَ مَلَکَةِ الْحَمِیَّةِ۔ ترجمہ: خدایا! میں تیری پناہ چاہتا ہوں لالچ کے ہیجان، غضب کی شدت، حسد کے غلبہ، صبر کی کمزوری، قناعت کی قلّت، اخلاق کی ابتری، خواہشات کے دباؤ اور تعصب کی حاکمیت سے۔

امام سجادؑ بیسویں دعا کے دسویں فقرے میں فرماتے ہیں:

... وَ حَلِّنی بِحِلْیَةِ الصَّالِحینَ وَ اَلْبِسْنِی زِینَةَ الْمُتَّقینَ فِی بَسْطِ الْعَدْلِ وَ کَظْمِ الْغَیْضِ وَ اِطْفَاءِ النَّائِرَةِ...۔ ترجمہ:...اور مجھے صالحین کا انداز عطا فرما، متقین کی زینت کا لباس مرحمت فرما تاکہ میں عدل کو منتشر کروں اور غصہ کو ضبط کروں اور آتش جنگ کو بجھادوں...۔

صداقت: امام سجادؑ ۵۴ دعا کے چوتھے فقرے میں فرماتے ہیں:

...وَاقْبِضْ عَلَی الصِّدْقِ نَفْسِی وَاقْطَعْ مِنَ الدُّنْیا حَاجَتِی وَ اجْعَلْ فِیمَا عِنْدَکَ رَغْبَتِی شَوْقاً اِلَی لِقَائِکَ وَ هَبْ لِی صِدْقَ التَّوَکُّلِ عَلَیْکَ۔ ترجمہ:... میری روح کو صداقت پر قبض فرمانا اور دنیا سے میری حاجت کے سلسلہ کو توڑ دینا اور اپنے ثواب کی رغبت پیدا کرنا تاکہ میں تیری ملاقات کا مشتاق بن جاؤں اور مجھے اپنے اوپر بہترین توکل عطا فرما۔

انسانیت کے لئے احترام قائل ہونا: امام سجادؑ بیسویں دعا کے تیسرے فقرے میں فرماتے ہیں:

...وَاَجْرِ لِلنَّاسِ عَلى يَدِىَ الْخَيْرَ وَ لَا تَمْحَقْهُ بِالْمَنِّ...۔ترجمہ:...لوگوں کے لئے ہمارے ہاتھوں پر خیر جاری کردے لیکن اسے احسان جتانے کے ذریعہ برباد نہ ہونے دینا۔

صالح غفاری اپنی کتاب مدینہ فاضلہ میں اس دعا کے بارے میں لکھتے ہیں:

"خداوند متعال نے اس محبت کی پیدائش کے لئے کہ جس میں عالم بشریت کی سعادت وآرامش مضمر ہے، انسانوں کو ایک دوسرے سے محبت سے پیش آنے اور ایک دوسرے پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس سے محبت پیدا ہو اور اس سے مدینہ فاضلہ نام کی تہذیب وتمدن کی تشکیل ہوسکے۔ مخدوم پر احسان جتانا وہ واحد عمل ہے جس سے خدمت کی وجہ سے خادم اور مخدوم کے بیچ وجود میں آنے والی محبت عداوت میں بدل جاتی ہے۔ اگر ہم نے کسی انسان کی خدمت کی ہے تو ہم کو اسے اس بات کا یقین بھی دلانا ہوگا کہ ہماری خدمت در حقیقت اس کی انسانیت کی خدمت ہے"۔[۱]

امام سجادؑ چوالیسویں دعا کے دسویں فقرے میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ وَفِّقْنَا فِيهِ لِاَن نَّصِلَ اَرْحَامَنا بِالْبِرِّ وَ الصِّلَةِ وَ اَنْ نَتَعَاهَدَ جِيرَانَنا بِالاِفْضَالِ وَ الْعَطِيَّةِ۔ ترجمہ: اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس ماہ رمضان میں اپنے قرابتداروں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کا برتاؤ کریں اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ انعام وبخشش کا برتاؤ کریں۔

اس فقرہ میں امام سجادؑ خدا سے دعا فرماتے ہیں کہ ان کو انسانیت کی بنا پر انسانوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا ہو۔

انسان میں پائی جانے والی مثبت خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں دیگر انسانوں سے دوستی کرنے کی خواہش ہے جو کہ اس کی فطرت میں ہے جس کی طرف صحیفہ سجادیہ میں مختلف مقامات پر اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۔ صالح، غفاری، محمد علی، مدینہ فاضلہ، ص ۱۸۸

تواضع اور انکساری: امام سجادؑ چھبیسویں دعا کے دوسرے فقرے میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ وَفِّقْهُمْ لِاِقَامَةِ سُنَّتِکَ وَ الاَخْذِ بِمَحَاسِنِ اَدَبِکَ فِی اِرْفَاقِ ضَعِیفِهِمْ وَ سَدِّ خَلَّتِهِمْ وَ عِیَادَةِ مَرِیضِهِمْ وَ هِدَایَةِ مُسْتَرْشِدِهِمْ وَ مُنَاصَحَةِ مُسْتَشِیرِهِمْ وَ تَعَهُّدِ قَادِمِهِمْ وَ کِتْمَانِ اَسْرَارِهِم وَ سَتْرِ عَوْرَاتِهِمْ...۔ ترجمہ: اور انہیں توفیق دے کہ تیری سنت کو قائم کرنے، کمزوروں کے ساتھ نرمی برتنے، ان کی حاجت روائی کرنے، مشورت لینے والوں کو صحیح مشورہ دینے، وارد ہونے والے سے ملاقات کرنے، اسرار کو پوشیدہ رکھنے، عیوب کو چھپانے... میں بہترین ادب کا مظاہرہ کریں۔

بعض اوقات امامؑ نے غربا اور مساکین کے ساتھ ہمنشینی اور دوستی کی شکل میں خدا سے فروتنی اور انکساری کی درخواست فرمائی ہے۔اس کے علاوہ بھی پورے صحیفہ سجادیہ میں مختلف مقامات پر امام سجادؑ نے تکبر سے دوری اور انکساری اور کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ امام سجادؑ تکبر سے دوری اور انکساری اختیار کرنے کو نہ صرف دوسروں کے طئے ایک نیک عمل کی طرح دیکھتے ہیں بلکہ آپ اس کو ایک اندرونی حالت تصور کرتے ہیں[۱]۔ رفتار و کردار میں نرمی کا نمایاں ہونا، فروتنی اور انکساری کے آثار میں سے ہے۔ امام سجادؑ خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اپنے والدین سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور تواضع کے ساتھ ان سے بات کریں:

اَللّٰهُمَ خَفِّضْ لَهُمَا صَوتِی وَ اَطِبْ لَهُمَا کَلَامِی وَ اَلِنْ لَهُمَا عَرِیکَتِی وَ اَعْطِفْ عَلَیْهِمَا قَلْبِی وَ صَیِّرْنِی بِهِمَا رَفِیقاً وَ عَلَیهِمَا شَفِیقاً۔ ترجمہ: خدایا ان کے سامنے میری آواز کو دبادے میرے کلام کو خوشگوار بنادے، میرے مزاج کو نرم کردے، میرے دل کو مہربان بنادے، مجھے ان کا رفیق کار اور ان کے حال پر شفیق بنادے۔[۲]

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۰، بند ۴؛ دعا ۱۶، بند ۱۳؛ دعا ۱۳، بند ۲۱؛ دعا ۱۲، بند ۱۴؛ دعا ۲۱، بند ۷؛ دعا ۴۷، فقرہ ۴۷؛ دعا ۴۷، بند ۲۶؛ دعا ۴۷، بند ۶۹؛ دعا ۵۰، بند ۴؛ دعا ۴۷، بند ۱۱۸؛ دعا ۲۰، بند ۱۰؛ دعا ۴۷، بند ۱۲؛ دعا ۴۴، بند ۹؛ دعا ۴۴، بند ۱۷؛ دعا ۲۶، بند ۳؛ دعا ۲۰، بند ۱۲؛ دعا ۳، بند ۹

۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۴، بند ۶

خوش اخلاقی: بیسویں دعا کے ساتویں فقرے میں امام سجادؑ رشتہ داروں کے برے برتاؤ کو بدلنے کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

...وَ مِن عَدَاوَةِ الاَدْنَيْنِ الْوَلَايَةَ وَ مِن عُقوقِ ذَوِی الاَرْحَامِ الْمُبَرَّةَ وَ مِنْ خُذْلاَنِ الاَقْرَبِينَ النُّصْرَةَ...۔ ترجمہ: ...اور قریب لوگوں کی دشمنی کے بدلے محبت عطا فرما، قرابتداروں کی نافرمانی کو حسن سلوک میں بدل دے اور عزیزوں کی کنارہ کشی کو امداد میں تبدیل کر دے۔

سخاوت و بخشش: امام سجادؑ تیسویں دعا کے چوتھے فقرے میں فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيَّ صُحْبَةَ الْفُقَرَاءِ وَ اَعِنِّی عَلَى صُحْبَتِهِم بِحُسْنِ الصَّبْرِ۔ ترجمہ: خدایا میرے لئے فقیروں کی صحبت کو محبوب بنادے اور اس ہمنشینی پر حسن صبر سے میری امداد فرما۔

اس دعا سے یہ نتیجہ یہ حاصل کیا جا سکتا ہے کہ فقرا اور مساکین کی مادی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے دوستی کرکے اور ان کی ہمنشینی کے ذریعہ ان کی معنوی اور جذباتی ضروریات کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ سخاوت صرف مال کی بخشش کا نام نہیں ہے بلکہ دوستی کرکے عشق و محبت کی بخشش بھی سخاوت کے جلوؤں میں سے ہے۔

امامؑ تیسویں دعا کے تیسرے فقرے میں فرماتے ہیں:

...وَ وَجِّه فِی اَبْوابِ الْبِرِّ اِنْفَاقِی۔ ترجمہ: اور نیک راستوں کی طرف میرے اخراجات کو موڑ دے۔

اس فقرے سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ سخاوت مناسب وقت اور جگہ کے لئے مخصوص ہے۔ یوں کہا جائے کہ اظہار سخاوت کا ایک صحیح اور مناسب وقت ہوتا ہے اور انسان کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہونا چاہئے کہ کس وقت سخاوت کا مظاہرہ کرنا ہے اور اس کے لئے کس چیز کو مقدم قرار دینا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے علم اور آگاہی کی ضرورت ہے جس کے لئے امامؑ بارگاہ خداوندی میں دعا کر رہے ہیں کہ ان کو یہ علم عطا ہو جائے۔

آپ بیسویں دعا کے تیسرے فقرے میں فرماتے ہیں:

وَاَجْرِ لِلنَّاسَ عَلی یَدِیَ الْخَیْرَ وَ لاَ تَمْحَقْهُ بِالْمَنِّ۔ ترجمہ:... لوگوں کے لئے ہمارے ہاتھوں پر خیر جاری کردے لیکن اسے احسان جتانے کے ذریعہ برباد نہ ہونے دینا۔

اس فقرے سے نتیجے کے طور پر دو نکات حاصل ہوتے ہیں: پہلا یہ کہ جب تک شخص خود مالدار نہیں ہوگا تب تک وہ دوسروں کی مدد نہیں کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امامؑ، خدا سے اس قابل بننے کی دعا کر رہے ہیں جیسا کہ اخلاقی کتابوں میں ملتا ہے کہ اگر انسان مالدار نہیں ہے تو اس کو چاہیے کہ قناعت اختیار کرے اور اگر مالدار ہے تو انفاق سے کام لے۔

دوسرا یہ کہ احسان اور بخشش کے عمل کے بعد کسی بھی طرح کا احسان کا جتانا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اسی کے باعث پھر اس احسان کی کوئی اہمیت نہیں رہ جائے گی لہٰذا یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ بخشش اور احسان فقط اور فقط خدا کی رضا کے لئے ہونا چاہیے نہ کہ کسی اور چیز کے لئے۔

امامؑ آٹھویں دعا کے تیسرے فقرے میں فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنی اَعوذُ بِکَ...وَ الاِزْرَاء بِالْمُقِلِّینَ...۔ترجمہ: خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں... غریبوں کے ذلیل کرنے سے...۔

اس فقرے سے بھی دو نتائج حاصل ہوتے ہیں: پہلا یہ کہ احسان، بخشش اور نیکی کرنے والے شخص کی نگاہ میں ہرگز اس انسان کی انسانی اہمیت اور حیثیت کم نہیں ہونی چاہیے اور احسان کرنے والا ہرگز ان کو ذلیل اور خوار تصور نہ کرے۔

دوسرا نکتہ یہ کہ مدد حاصل کرنے والا انسان، مددگار انسان کا شکریہ ادا کرے اور اس کی قدردانی کرے اور یقیناً خدا کی ذات ہی سب سے پہلے لائق شکر و ثنا ہوگی۔ چوبیسویں دعا کے نویں اور دسویں فقرے میں امامؑ فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ وَ مَا تَعَدِیاً عَلیَّ فِیهَ مِن قَولٍ اَو اَسْرَفاً عَلَیَّ فِیهِ مِنْ فِعْلٍ اَو ضَیَّعَاهُ لِی مِن حَقٍّ اَو قَصَّراً بِی عَنْهُ مِن وَاجِبٍ فَقَد وَهَبْتُهُ لَهُمَا..... فَهُمَا اَوْجَبُ حَقّاً عَلَیَّ وَ اَقْدَمُ اِحْسَاناً اِلَیَّ...۔ ترجمہ: پالنے والے! اور اگر انہوں نے کسی قول میں مجھ سے زیادتی کی ہے یا کسی عمل میں حد سے تجاوز کیا ہے یا میرے کسی حق کو برباد کیا ہے یا میرے بارے میں کسی

واجب میں کوتاہی کی ہے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں... کہ ان دونوں کا حق میرے اوپر زیادہ واجب ہے اور ان کے احسانات میری خدمات کے پہلے سے ہیں۔

امامؑ کی اس دعا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہماری گردن پر کسی کا کوئی حق ہے تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اس کی قدر کریں اور قدر شناسی کا ثبوت پیش کریں کیونکہ اولاد پر ظلم و تعدی کرنے والے والدین کی بخشش کی وجہ وہی حق ہے جو ان کے بچوں کے مقابل میں ان پر پہلے سے ہے۔

امام سجادؑ صحیفہ سجادیہ میں مکارم اخلاق کی دعا کرتے ہوئے خداوند متعال سے دشمنوں کی اصلاح اور ہدایت کی درخواست کرتے ہیں۔ عملی طور پر امامؑ عفو اور درگزر کرنے کا درس دے رہے ہیں یعنی دشمنی اور عداوت کا جواب نہ صرف یہ کہ نہیں دینا چاہئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بارگاہ خداوندی میں اس دشمن کے لئے طلب اصلاح و مغفرت کرنی چاہئے۔

بیسویں دعا کے آٹھویں فقرے میں امامؑ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ جو بھی ان کو خوفزدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے سلامتی عطا کرے نہ یہ کہ اس کو بھی خوفزدہ کر دے اور یہی بزرگواری اور بخشش کی معراج ہے۔

امام ۴۵ ویں دعا کے دوسرے فقرے میں فرماتے ہیں:

وَ يَا مَنْ لَا يَنْدَمُ عَلَى الْعَطَا۔ ترجمہ: اے وہ پروردگار جو اپنی عطاؤں پر نادم نہیں ہوتا۔

اس فقرے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بخشش کرنے والے کو ہرگز بخشش کے بعد پشیمان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسلامی تہذیب میں انسان زمین پر خدا کا خلیفہ ہے اور لازمی ہے کہ اس کے اندر اگر چہ کمتر درجے کے پھر بھی خدائی صفات موجود ہوں۔

صحیفہ سجادیہ کے ایک دوسرے فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بخشش کرنے والے انسان کو اپنے فضل و بخشش میں تسلسل لانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ بس ایک بار کے بعد دوبارہ وہ بخشش اس سے نہ ہو۔

چھبیسویں دعا کے دوسرے فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورتمندوں اور مستحق افراد کے حق میں فضل و بخشش، درخواست سے پہلے ہی ہو جانا چاہئے، اس طرح سے کہ ان کی انسانی کرامت اور شان پر کوئی حرف نہ آئے۔

نرمی اور ملائمت سے پیش آنا: امام سجادؑ چھبیسویں دعا کے دوسرے فقرے میں پڑوسیوں سے ملنے جلنے کے طریقے اور آداب کے بارے میں بتاتے ہیں۔آپ پڑوسیوں سے رواداری اور برتاؤ کے طریقے کو واضح طور پر بیان فرماتے ہیں۔آپؑ چھبیسویں دعا کے تیسرے فقرے میں برے پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ اور ان کے ساتھ رواداری سے پیش آنے کے طریقے کو بھی بیان کرتے ہیں۔

ان فقرات میں امامؑ بداخلاق پڑوسیوں کے ساتھ رواداری کا درس دیتے ہیں۔آپ خاص طور سے حسن ظن پر تاکید کرتے ہیں جو کہ نرمی اور ملائمت سے پیش آنے کا بہترین مظہر ہے۔اسی طرح سے امامؑ قرابت داروں اور رشتہ داروں کے ساتھ رواداری اور نرمی اخلاق کو قائم کرنے اور باقی رکھنے کی بھی تاکید کرتے ہیں۔

وعدہ وفا کرنا: ابن مالک امام سجادؑ کو خطاب کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں: مجھے دین کے تمام قوانین سے آگاہ کیجئے۔آپ فرماتے ہیں:

"حق بات کہنا، اپنے فیصلوں میں عدالت سے کام لینا اور اپنا وعدہ پورا کرنا۔"

تیسویں دعا کے پہلے فقرے میں آپ فرماتے ہیں:

> اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَهَبْ لِيَ الْعَافِيَةَ مِن دِيْنٍ تُخْلِقُ بِهِ وَجْهِي وَ يَحَارُ فِيهِ ذِهْنِي وَ يَتَشَعَّبُ لَهُ فِكْرِي وَ يَطُولُ بِمُمَارَسَتِهِ شُغْلِي۔ ترجمہ: خدایا! **محمد و آل محمد** پر رحمت نازل فرما اور مجھے اس قرض سے نجات دیدے جو میری آبرو کو مٹادے اور میرے ذہن کو پریشان کردے اور میری فکر کو منتشر کردے اور میں اس کی فکر میں ہمہ وقت مصروف رہوں۔

آپ اس دعا میں قرض کی ادائیگی کے لئے خداوند عالم سے دعا فرماتے ہیں اور قرض کی ادائیگی در حقیقت وعدہ کا پورا کرنا ہے۔

عزت نفس: صحیفہ سجادیہ میں ہر مقام پر نفس انسان کو محترم تسلیم کیا گیا ہے اور اس کتاب میں موجود اخلاقی تربیت کے تمام ابعاد کی بنیاد نفس انسان کی عزت اور اس کی کرامت کے تحفظ پر ہے چونکہ صحیفہ سجادیہ کی زبان، دعا کی زبان ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ دعا میں مخاطب خداوند عالم کی ذات ہوتی ہے لہذا یہ فعل

خود ہی نفس انسان کی عزت و کرامت پر مبتنی ہے کیونکہ اس نے صرف خداوند عالم کی ذات کو گریہ وزاری اور التماس کے لائق سمجھا ہے۔

امام سجادؑ اڑتالیسویں دعا کے ایک سواٹھارویں فقرے میں فرماتے ہیں:

وَ ذَلِّلْنِی بَیْنَ یَدَیْکَ وَ اَعِزَّنِی عِنْدَ خَلْقِکَ ...۔ترجمہ: اور مجھے اپنی بارگاہ میں ذلیل بنا کر رکھنا لیکن مخلوقات کے سامنے باعزت بنا دینا۔

امامؑ اس فقرے میں اصلِ عزت کو خدا کی جانب سے اور ان چیزوں کی جانب سے جانتے ہیں جو ذات خدا سے وابستہ ہیں کیونکہ خدا کی جانب سے عطا ہوئی عزت لوگوں کی عزت کی طرح نہیں ہے جو شرائط اور حالات کے بدلنے سے بدل جائے بلکہ خدا کی جانب سے ملی عزت ثابت اور دائمی ہے

امام سجادؑ پینتیسویں دعا کے پانچویں فقرے میں خدا کی جانب سے عطا کی گئی عزت کے ثبات اور پائیداری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

.... اَیِّدْنَا بِعِزٍّ لَا یُفْقَدُ۔ ترجمہ: ... خدایا مجھے وہ عزت دے جو کم نہ ہو۔

لوگوں کے درمیان ذلت کے اسباب میں سے ایک سبب لوگوں سے قرض لینا اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہے۔ امامؑ پانچویں دعا کے تیرہویں فقرے میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اَغْنِنَا عَنْ غَیرِکَ۔ ترجمہ: اور اپنے عطایا کے صدقہ میں اغیار سے بے نیاز کر دے۔

اسی طرح آپ بیسویں دعا کے چھبیسویں فقرے میں فقر کو خواری اور ذلت کا سبب شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

...وَصُن وَجْهِی بِالْیَسَارِ وَ لَا تَبْتَذِلْ جَاهِی بِالْاِقْتَارِ فَاَسْتَرْزِقَ اَهْلَ رِزْقِکَ...۔

ترجمہ: ...اور میری آبرو کو مالداری کے ذریعہ محفوظ کر دے اور میری منزلت کو غربت کی بنا پر نہ گرا دینا کہ تیرے طلبگاروں سے رزق طلب کرنے لگوں...۔

امام سجادؑ کے نزدیک قناعت انسان کو بے نیازی تک لے جاتی ہے۔ جو بھی کفایت سے کام لے گا، بے شک اس کی زندگی دوسروں سے مختلف ہوگی کیونکہ کفایت سے زندگی گزارنے کا مطلب بہت سارے مال و منال اور زر و زیور اکٹھا کر لینا نہیں ہے لہٰذا جو شخص سب سے زیادہ یہ گمان کرتا ہے کہ دولت کی پناہ

میں سکون چھپا ہوا ہے، وہ شخص تمام مشکلات اور سختیوں سے گزرنے کے بعد اس بات تک پہنچتا ہے کہ اس کا گمان سراسر غلط تھا اور اگر اس کی دولت میں کئی گنا اضافہ بھی ہو جائے لیکن قلبی سکون نہ ہو تو وہ شخص کبھی بھی سکون کی نیند نہیں سو سکے گا۔[۱]

منابع و مآخذ

- قرآنی کریم، ترجمہ محمد مہدی فولادوند، دار القرآن الکریم، تہران، ۱۳۷۹ش
- صحیفہ سجادیہ، شرح وترجمہ سید علی نقی فیض الاسلام، ۱۳۷۵ش
- برزگر، ابراہیم، رابطہ عرفان وسیاست در صحیفہ سجادیہ، فصلنامہ اندیشہ دینی، ش ۱۲
- جزایری، سید محمد علی، دروس اخلاق اسلامی، مرکز مدیریت حوزہ علمیہ قم، مؤسسہ النشر الاسلامی، ۱۳۸۲ش
- حسینی شیرازی، سید علی خان، ریاض السالکین فی شرح صحیفہ سید الساجدین، مؤسسہ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۱ق
- حق شناس، حمید رضا، رویکرد صحیفہ سجادیہ بہ اخلاق اجتماعی، پایان نامہ کارشناسی ارشد رشتہ علوم قرآن وحدیث، دانشگاہ قم، دانشکدۂ الاہیات، ۱۳۸۶ش
- حلبی، علی اصغر، تاریخ تمدن در اسلام، اساطیر، تہران، ۱۳۸۲ش
- رازی، فخر الدین، جامع العلوم
- رکنی یزدی، فاطمہ، رہ توشہ ای از دعای مکارم الاخلاق، مشکوہ، ش ۸۴ و ۸۵، ۱۳۸۳ش
- سادات، محمد علی، اخلاق اسلامی، سمت، تہران، ۱۳۸۴ش
- شیروانی، علی، اخلاق اسلامی و مبانی نظری آن، دار الفکر، قم، ۱۳۸۴ش
- صالح غفاری، محمد علی، مدینہ فاضلہ، برھان، ۱۳۷۲ش
- فرزانہ، عبد الحمید، انسان در صحیفہ سجادیہ، فصلنامہ اندیشہ دینی، ش ۱۵، ۱۳۸۴ش
- فلسفی، محمد تقی، شرح و تفسیر دعای مکارم الاخلاق، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۳۷۰ش
- قائمی، علی، اخلاق و معاشرت در اسلام، انتشارات امیری، تہران، ۱۳۶۴ش
- کریب، راجر، اخلاق وفرا اخلاق، بھروز جندقی، نقد و نظر، ش ۱۹ و ۲۱، ۱۳۷۸ش
- کوئن، بروس، مبانی جامعہ شناسی، غلامعلیٰ توسلی ورضا فاضل، سمت، تہران، ۱۳۸۳ش

۱۔ ممدوحی کرمانشاہی، حسن، شہود وشناخت (جلد ۱)، ص ۲۵۷

❖ کیحا، نجمہ، مناسبات اخلاق وسیاست در اندیشہ اسلامی، پژوہشگاہ علوم وفرہنگ اسلامی، قم،۱۳۸۶ش
❖ لاہیجی، عبد الرزاق، گوہر مراد، کتابفروشی اسلامیہ، تہران،۱۳۷۷ش
❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار (جلد ۶۷)، مؤسسہ الوفا، بیروت، ۱۴۰۳ھ
❖ مصباح یزدی، محمد تقی، اخلاق در قرآن، مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، قم،۱۳۸۷ش
❖ مصباح یزدی، محمد تقی، فلسفہ اخلاق، تحقیق ونگارش احمد حسین شریفی، چاپ ونشر بین الملل، ۱۳۸۴ش
❖ مصباح، مجتبی، فلسفہ اخلاق، مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، قم،۱۳۸۱ش
❖ ممدوحی کرمانشاہی، حسن، شہود وشناخت، مؤسسہ فرہنگی سماء، قم،۱۳۸۱ش
❖ مہدوی کنی، محمد رضا، نقطہ ھای آغاز در اخلاق عملی، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران،۱۳۷۴ش
❖ ویلیامز، برنارد، فلسفہ اخلاق، ترجمہ وتعلیقات زہرا جلالی، انتشارات اسلامیہ، قم
❖ ہاشمی، سید حسن، اخلاق در نہج البلاغہ، بوستان کتاب، قم،۱۳۸۸ش